پیارے نبی ﷺ

ایسے تھے!

مائل خیرآبادیؒ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

پیارے نبیؐ ایسے تھے!

جسمِ مبارک پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے۔ نہ زیادہ دُبلے تھے نہ موٹے۔ آپؐ کا سر بڑا تھا، ماتھا اونچا، ناک لمبائی لیے ہوئے۔ بھنویں گھنی، پلکیں لمبی، آنکھیں بڑی بڑی اور کالی، داڑھی بھری ہوئی، گردن اونچی، اور چہرہ کھڑا کھڑا تھا۔ آپؐ کے چہرے پر زیادہ گوشت نہ تھا۔ آپؐ کے بال شانوں تک لمبے رہتے تھے جو نہ زیادہ چھلّے دار تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ آخر عمر تک بال بالکل کالے رہے۔ آپؐ اُن میں اکثر تیل ڈالتے۔ کنگھی کرتے اور مانگ نکالتے تھے۔

آپؐ کے دونوں شانوں کے بیچوں بیچ کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا سُرخ گوشت تھا جس پر تِل اور بال تھے۔ دونوں شانے گوشت سے بھرے ہوئے تھے، اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں، ہتھیلیاں چوڑی اور نرم، کلائیاں لمبی اور نازک، پاؤں کی ایڑیاں ہلکی تھیں۔ پاؤں کے تلوے بیچ سے ذرا ذرا خالی تھے۔ تلوؤں کے بیچ سے پانی نکل جایا کرتے تھے۔ حضورؐ کے جسم مبارک کی جِلد بڑی نرم

اور ملائم تھی۔

رنگ رُوپ گورا چٹا سُرخی کی جھلک لیے ہوئے تھا۔ آپؐ بڑے ہی خوب صورت تھے۔ جو دیکھتا اس کے دل میں آپؐ کی محبّت پیدا ہو جاتی۔ آپؐ کا پسینہ موتی کی طرح جھلکتا اور اس میں بڑی اچھی خوشبو آتی۔

حضورؐ بڑی تیز چال چلتے تھے۔ چلتے وقت ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے آپؐ ڈھلوان زمین سے اتر رہے ہیں۔

آپؐ کا لباس

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم عام طور پر تہمد اور کُرتہ پہنتے۔ اوپر سے دھاری دار لمبی چادر اوڑھ لیتے۔ آپؐ سیاہ صافہ باندھتے اور صافہ کا کچھ حصّہ دونوں شانوں کے بیچ لٹکا لیتے اور کبھی گلے میں لپیٹ لیا کرتے۔ صافے کے نیچے ٹوپی ضرور ہوا کرتی تھی جو سر سے چپکی رہتی تھی۔ پیارے نبیؐ سفید لباس بہت پسند فرماتے تھے۔

حضورؐ نے ایک بار پاجامہ بھی خریدا تھا لیکن اُسے پہنا نہیں، ہاں، یہ ضرور فرمایا کہ یہ اچھا پہناوا ہے۔ موزے پہننے کی عادت نہ تھی۔ ایک بار حبش کے بادشاہ نجاشی نے تحفے میں سیاہ چمڑے کے موزے بھیجے۔ حضورؐ نے وہ پہنے تھے۔ آپؐ پاؤں میں ایسے چپل پہنتے جیسے آج کل کے ہوائی چپّل ہوتے ہیں۔ یعنی چمڑے کے تلّے اور اُن میں تسمے لگے ہوتے تھے۔

پیارے نبیؐ بان کی چارپائی پر سوتے، بانوں سے آپؐ کے پیارے جسم پر بدّھیاں پڑ جاتیں۔ آپؐ کے پاس چمڑے کا گدّا بھی تھا جس میں کھجور کے پتّے بھرے تھے۔ ایک کمبل بھی تھا جس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

نوٹ :۔ کبھی کبھی تحفے میں بہت قیمتی کپڑے آئے جو آپؐ نے پہنے بھی۔ سُرخ لباس آپؐ کو پسند نہ تھا۔

حضورؐ کی غذا

پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم دوسروں کی بھوک کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ آپؐ کے پاس جو کچھ آتا آپؐ زیادہ تر دوسروں پر تقسیم فرما دیتے۔ عمر بھر اچھا کھانا آپؐ کو نہ مِلا یہاں تک کہ چپاتی بھی آپؐ کے دسترخوان پر نہ ہوتی تھی۔

حضورؐ کو کھانے کی کچھ چیزیں بہت پسند تھیں۔ سرکہ، شہد، حلوہ، زیتون کا تیل، لوکی اور حیس آپؐ بڑے شوق سے کھاتے۔ حیس عرب کی ایک غذا تھی۔ گھی میں کھجور اور پنیر ڈال کر پکاتے اور حیس تیّار ہو جاتا تھا۔ دست کا گوشت زیادہ پسند فرماتے۔ گوشت میں لوکی کی ترکاری پڑی ہوتی تو خوش ہوتے۔ اور لوکی کے ٹکڑے بڑے شوق سے نوش فرماتے۔

حضورؐ کے گھر میں جَو کا آٹا ہانڈی میں پکنے کے لیے چڑھا دیا جاتا، اس میں زیتون کا تیل، زِیرہ اور کالی مرچیں ڈال دی جاتیں، یہ سب پک جاتا تو یہ غذا بھی بڑے شوق سے کھاتے۔

پتلی پتلی ککڑیاں بھی بہت پسند تھیں۔ تربوز کو کھجوروں کے ساتھ کھاتے، ستّو بھی نوش فرماتے، دودھ کبھی خالص پیتے اور کبھی پانی ملا لیتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آپؐ کے لیے کشمش، کھجور اور انگور پانی میں بھگو دیا جاتا، کچھ دیر کے بعد وہ پانی نوش فرماتے۔

کھانے کے برتنوں میں لکڑی کا ایک پیالہ تھا۔ وہ ٹوٹ گیا تو اُسے لوہے کے تاروں سے باندھ لیا گیا۔ آپؐ اُسی میں کھایا کرتے تھے۔ دسترخوان پر جو کھانا آتا اس میں سے آپؐ کو جو پسند آتا کھاتے لیکن کسی کھانے کو بُرا نہ کہتے۔ کھانے میں اِدھر اُدھر ہاتھ نہ ڈالتے۔ اپنے سامنے سے کھاتے۔ دوسروں کو بھی اسی طرح کھانے کی نصیحت فرماتے۔ حضورؐ ٹیک لگا کر کھانا بہت ناپسند فرماتے۔ جیسے

اس طرح کھاتے دیکھتے، منع کرتے۔

آپؐ تین انگلیوں سے کھاتے، کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیتے۔ آخر میں اللہ کا شکر ادا کرتے۔ خوان اور میز پر آپؐ نے کبھی نہیں کھایا۔ پیاس لگتی تو ٹھنڈا پانی پیتے۔ ٹھنڈا پانی پی کر بہت خوش ہوتے۔ پانی تین سانسوں میں پیتے، کھانا کھاتے اور پانی پیتے وقت ہنسنا اور باتیں کرنا آپؐ کو اچھا نہ لگتا۔

صفائی اور ستھرائی

پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ پاک صاف رہتے۔ صاف ستھرا رہنے کے لیے دوسروں سے بھی کہتے۔ کسی کو گندہ دیکھتے تو اُسے صفائی کے ساتھ رہنے کی نصیحت فرماتے۔ جو لوگ صاف ستھرے رہتے ان سے خوش ہوتے اور ان کی تعریف فرماتے۔

ایک بار پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسجد کی دیوار پر تھوک کا دھبّہ دیکھا۔ آپؐ کو بہت بُرا لگا۔ یہ دیکھ کر ایک انصاری عورت دوڑی آئی۔ اس نے وہ دھبّہ مٹا دیا اور اس جگہ خوشبو مل دی۔ آپؐ بہت خوش ہوئے اور اس کی تعریف کی۔

ایک بار باہر کے کچھ لوگ آپؐ سے ملنے آئے۔ اُن کے سردار نے مدینے کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ سب وہیں اُترے۔ سامان رکھا اور جھٹ پیارے نبیؐ کی محبّت میں شہر کی طرف دوڑے تاکہ حضوؐر سے ملیں۔ یہ بھی نہ دیکھا کہ راستے کا گرد و غبار بدن پر جما ہے اور خود پسینے میں لت پت ہیں۔

اچھا یہ سب تو دوڑ پڑے لیکن اُن کے سردار نے پڑاؤ پہونچ کر پہلے غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ ہاتھ میں عصا لیا اور بڑے ادب اور قاعدے سے حضوؐر کے پاس آیا۔ سلام کیا۔ حضوؐر نے اس سردار کے بارے میں کہا "یہ جب مسلمان نہیں ہوئے تھے اس وقت بھی بڑے اچھے آدمی تھے اور اب جبکہ مسلمان ہیں، تو بھی بڑے اچھے ہیں۔"

ایک بار ایک آدمی خراب کپڑے پہنے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا " تیرے پاس کچھ اور ہے؟ "، اس نے جواب دیا " اللہ کا دیا بہت کچھ ہے "۔ فرمایا " تو پھر اللہ کا شکر کیوں ادا نہیں کرتا؟ "، یعنی جب خدا نے دیا ہے تو صاف سُتھرے کپڑے پہن اور اُوڑھ!

ایک آدمی کے بال بکھرے دیکھے تو فرمایا کہ اس سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ انھیں ٹھیک کر لیا کرے۔

ایک دن مسجد میں تشریف لے گئے، دیواروں پر جگہ جگہ تھوک کے دھبّے دیکھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی۔ اس سے کھُرچ کھُرچ کر دھبّے مٹا دیئے پھر فرمایا " کیا تم لوگوں کو یہ اچھّا لگے گا کہ کوئی تمہارے سامنے آکر تمہارے منہ پر تھوک دے۔ دیکھو، جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو خدا اس کے سامنے اور فرشتے اس کے دائیں بائیں ہوتے ہیں۔ اس لیے سامنے یا دائیں بائیں تھوکنا نہیں چاہیئے۔

صبح سے شام تک

پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا روز کا قاعدہ تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر جانماز ہی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے۔ آپؐ کے پیارے ساتھی (صحابہؓ) بھی آآکر پاس بیٹھ جاتے۔ آپؐ اُن کو اچھّی اچھّی نصیحتیں کرتے۔

کبھی حضورؐ صحابہؓ سے پوچھتے " کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرے "، صحابہؓ خواب بیان کرتے۔ آپؐ خواب کی تعبیر بتاتے۔ اس کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہتیں۔ لوگ طرح طرح کے قصّے کہتے۔ شعر پڑھتے۔ ہنسی خوشی کی باتیں کرتے۔ حضورؐ سن کر خوش ہوتے اور مسکراتے بھی "،

جب کچھ دن چڑھ جاتا تو چاشت کی نماز پڑھتے، کبھی چار رکعت کبھی آٹھ رکعت، پھر گھر جاتے اور گھر کے دھندوں میں لگ جاتے۔ پھٹے کپڑوں کو سیتے۔ جوتا ٹوٹ جاتا تو

اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے۔ دودھ دوہتے اور اسی طرح ظہر کے وقت تک کاموں میں لگے رہتے۔

عصر کی نماز پڑھ کر اپنی پیاری بیویوں کے گھروں میں جاتے۔ سب کی خیریت پوچھتے۔ تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ آخر میں ایک بیوی کے یہاں ٹھہر جاتے۔ پیاری بیویاں اُسی گھر میں آکر جمع ہو جاتیں۔ مغرب سے عشاء تک رہتیں۔ ہنسی خوشی کی باتیں کرتیں۔ عشاء کی اذان ہوتی تو کیسی ہی ضروری بات ہو رہی ہوتی، حضورؐ ادھوری چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ مسجد جاتے، نماز پڑھتے اور آکر سو رہتے۔ پیاری بیویاں چلی جاتیں۔ حضورؐ کو عشاء کی نماز کے بعد بات چیت پسند نہ تھی۔

شام سے صبح تک پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتے۔ سوتے وقت قرآن کی کوئی نہ کوئی سورہ ضرور تلاوت فرماتے۔ سونے سے پہلے پڑھا کرتے کہ:۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰی — "اے اللہ! میں تیرا نام لیکر مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں"

سو کر جاگتے تو پڑھتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر — "اس خدا کا شکر ہے جس نے موت کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے"

آدھی رات کے بعد کچھ رات باقی رہتی تو جاگ اُٹھتے۔ مسواک سرہانے رہتی تھی۔ اٹھ کر مسواک کرتے۔ پھر وضو فرماتے اور گھر میں ہی نماز پڑھنے لگتے۔

پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم داہنی کروٹ سوتے۔ داہنا ہاتھ گال کے نیچے رکھ لیتے۔ سفر میں ہوتے اور راستے میں سوتے تو داہنا ہاتھ اونچا کر لیتے۔

چہرہ اس پر ٹیک لیتے اور گہری نیند سو جاتے۔

سوتے وقت کبھی بچھونا ہوتا، کبھی نہ ہوتا۔ بچھونا کھال کا ہوتا تو اس پر سو جاتے۔ چٹائی ہوتی تو اس پر آرام فرماتے۔ کچھ نہ ہوتا تو خالی زمین پر بھی آپؐ کو گہری نیند آجاتی تھی۔

تہجد کی نماز آپؐ ضرور پڑھتے۔ یہ نماز آپؐ پر فرض تھی۔

بات چیت پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم بہت صاف صاف بولتے تھے۔ سننے والے آپؐ کی بات اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔ آپؐ کسی کی بات کے بیچ نہ بولتے۔ نہ اور کسی کو بولنے دیتے۔ جو بات اچھی نہ لگتی اسے ٹال جاتے یا پیار سے سمجھا دیتے۔ بات کرنے کا طریقہ بتا دیتے۔ آپؐ ہر ایک کی بات دھیان سے سنتے۔ فرمایا کرتے کہ جس کو کوئی ضرورت ہو، وہ مجھ سے ضرور کہے۔ جو لوگ پاس نہ آسکیں تو دوسرے لوگ اُن کی خیریت بتائیں۔

آپؐ کا حکم تھا کہ جس طرح بادشاہوں کے سامنے تعظیم سے کھڑا ہوا جاتا ہے اس طرح میرے سامنے کھڑا نہ ہو۔ یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے سامنے لوگوں کو اس طرح کھڑا دیکھیں اور پسند کریں تو ایسے لوگ اپنی جگہ جہنم میں ڈھونڈیں۔

ایسا بھی ہوتا کہ پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے پیاروں کو دیکھتے تو محبت کے مارے اٹھ کھڑے ہوتے۔ ان کی پیشانی چومتے۔ آپؐ کی دائی حلیمہ آتیں تو اٹھ کر ان کے لیے چادر بچھاتے۔ اُن کے بیٹے (یعنی آپؐ کے دودھ شریک بھائی) آتے تو محبّت کے مارے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اور ان کو سامنے بٹھاتے۔ پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا آتیں تو اٹھ کر ان کی پیشانی چومتے۔

پیارے صحابہؓ کو سمجھا دیا تھا کہ کسی کی شکایت میرے سامنے نہ کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک سے صاف دل ہو کر دنیا سے جاؤں۔ بات چیت کرتے وقت

اسلامی تہذیب کا بڑا خیال رکھتے اور اس کیلئے دوسروں کو بھی تاکید فرماتے ۔ اس بارے میں امیر، غریب سب کو ٹوکتے ۔

ایک بار آپؐ کے سامنے ایک بڑے آدمی کو چھینک آئی ۔ انھوں نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" نہیں کہا۔ پھر ایک غریب آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"، آپؐ نے اس کے جواب میں "یَرْحَمُکَ اللّٰہُ" فرمایا (یعنی تجھ پر خدا کی رحمت ہو) اب اُن بڑے صاحب نے شکایت کی کہ حضورؐ نے میرے لیے رحمت کی دعا نہیں کی۔ آپ نے انھیں جواب دیا کہ "تم نے خدا کو بُھلا دیا، میں نے تم کو بُھلا دیا۔ انھوں نے خدا کو یاد کیا تو میں نے انھیں دعا دی"۔

پیارے رسولؐ اور بدّو

عرب میں بدّو وہ لوگ کہلاتے ہیں جو گاؤں میں رہتے ہیں۔ وہ بڑے اُجڈ ہوتے ہیں ۔ پیارے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بدّو بھی آیا کرتے ۔ وہ آپؐ سے بڑے اُجڈ پن سے باتیں کرتے لیکن حضورؐ انھیں بڑی نرمی سے جواب دیتے۔ بُرا نہ مانتے۔ بدّو آکر بڑا بے تکا سوال کرتے ۔ کہتے "اے اللہ کے رسولؐ! بتاؤ میرے باپ کا کیا نام ہے؟ اے محمدؐ! میرا اونٹ کھو گیا ہے، بتاؤ کہاں ہے؟ ایسے سوال سُن کر آپؐ کو بُرا تو لگتا لیکن آپؐ غصّہ نہ کرتے ۔ چپ رہتے۔ پیارے صحابہؓ سمجھ جاتے کہ حضورؐ کو غصّہ آگیا۔ وہ دل ہی دل میں کانپنے لگتے ۔

ایک بار ایک بدّو نے آکر اسی طرح بے تُکے سوال کئے ۔ آپؐ کو بُرا لگا لیکن کہا "اچھا، پوچھو، جو پوچھنا ہے ۔ میں ہر طرح کے سوالوں کا جواب دوں گا"۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، گھبرا گئے ۔ وہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی پسند کی باتیں کرنے لگے۔ اصل میں صحابہؓ کو یہ ڈر تھا کہ بدّوؤں کے جواب میں حضورؐ کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو سارے مسلمانوں پر فرض ہو جائے اور جیسے مسلمان

ادا کرنے میں پریشان ہوں۔ اور نہ کر سکیں تو گنہگار ہوں۔

پیارے رسولؐ کا پیارا مذاق

لوگ ہنسی مذاق کرتے ہیں تو بے تکی اور بے مطلب کی باتیں بھی کر جاتے ہیں اور ہنسی ہنسی میں ادب اور تہذیب کا خیال نہیں رکھتے لیکن پیارے رسولؐ کا مذاق بھی بڑا پیارا ہوتا تھا۔ آپؐ بے مطلب نہ ہنستے اور نہ بے تکا مذاق کرتے۔ آپؐ کا مذاق لوگ سنتے تو انھیں مزہ بھی آتا اور اس سے نصیحت بھی حاصل کرتے۔

عورتیں ادب سکھانے کے لیے اپنے بچوں کو آپؐ کی خدمت دِ یدیا کرتیں۔ ان بچوں میں ایک بچّے تھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت انسؓ بڑے فرماں بردار تھے۔ حضورؐ کی ہر بات دھیان سے سُنتے اور جھٹ دوڑ کر کام کرتے۔ حضورؐ ان سے بہت خوش تھے۔ ایک بار حضورؐ نے اُن کو آواز دی۔ "اُو دو کان والے"، لوگوں نے سنا تو انہیں بڑا مزہ آیا۔ مزہ یہ کہ دو کان تو سب کے ہوتے ہی ہیں۔ لیکن حضورؐ کا یہ مطلب تھا کہ اے فرماں بردار لڑکے! یا اے کان لگا کر سننے والے بچّے"۔

ایک بار ایک بوڑھی خاتون آئیں ان کے لیے حضورؐ نے جنّتی ہونے کی خوش خبری دی تھی۔ انھوں نے یہ خوش خبری ایک دوسرے شخص کی زبان سے سُنی۔ وہ خوش خوش دوڑی آئیں کہ حضورؐ سے پوچھیں اور حضورؐ کی زبان سے یہ خوش خبری سُن لیں، "اچھا، تو انھوں نے آکر پوچھا "یارسولؐ اللہ! کیا میں جنّت میں جاؤں گی؟" آپؐ مسکرائے اور فرمایا کہ "جنت میں بوڑھیوں کا کیا کام؟"

یہ بوڑھی خاتون بڑی بھولی بھالی اور سیدھی سادی تھیں۔

حضورؐ سے یہ جو سُنا تو لگیں رونے پیٹنے ۔ یہ دیکھ کر صحابہؓ کو بڑا مزہ آیا، پھر ان بوڑھی خاتون کو سب نے سمجھایا کہ جنّت میں بوڑھے لوگ بھی جوان ہو کر جائینگے۔ اب وہ سمجھیں اور خوشی کے مارے ہنسنے لگیں، یہ تھیں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا حضورؐ کی "کھلائی" ماں۔

ایک بار حضرت اُمّ ایمنؓ نے آپؐ سے اونٹ مانگا۔ آپؐ نے جواب دیا "میں تم کو اونٹ کا بچّہ دوں گا۔" انھوں نے کہا "میں اونٹ لوں گی ۔ بچّہ لے کر کیا کروں گی ؟" اب آپؐ نے کہا "ہر اونٹ تو اونٹنی ہی کا بچّہ ہی ہوتا ہے" یہ سُن کر وہ مسکرا دیں اور خوش ہو گئیں۔

آپؐ ہنس پڑے

ایک بار آپؐ کے ایک پیارے ساتھی گھبرائے ہوئے آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے حال پوچھا۔ بولے "مجھ سے بڑا گناہ ہو گیا۔ کیا کروں ؟" آپؐ نے بتایا "جاؤ ایک غلام آزاد کر دو۔" انھوں نے کہا "حضورؐ! میں تو غریب آدمی ہوں ۔ غلام کہاں سے لاؤں ؟" فرمایا "اچھا جاؤ دو مہینے کے روزے رکھو۔" جواب دیا "حضورؐ! میں بہت کمزور آدمی ہوں، روزے نہ رکھ سکوں گا۔" آپؐ نے فرمایا "اچھا جاؤ ، ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلا دو۔ عرض کیا "حضورؐ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔" اتنے میں تھیلہ بھر کھجوریں کہیں سے آگئیں۔ آپؐ نے ان کو دیں، اور فرمایا "جاؤ غریبوں کو بانٹ دو۔ اب انھوں نے پھر کہا "اے اللہ کے رسول! مدینے بھر میں مجھ سے زیادہ کوئی غریب آدمی نہیں۔" آپؐ ہنس پڑے اور فرمایا "جاؤ تم خود ہی کھا لو۔"

خدا پر بھروسہ

پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ پر پورا بھروسہ تھا بڑی سے بڑی مصیبت کا سامنا ہوتا ۔ کیسا ہی کھٹکا اور ڈر ہوتا آپؐ خدا پر بھروسہ رکھتے۔ آپؐ جانتے تھے کہ اگر اللہ کا حکم نہ ہوگا تو کوئی کچھ بگاڑ

نہیں سکتا۔

ایک بار مکّے کے کافروں نے طے کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں۔ رات کے وقت سب نے آکر آپؐ کا گھر گھیر لیا لیکن اسی رات کو سب کے بیچ میں ہو کر آپؐ گھر سے باہر نکل گئے اور کوئی جان بھی نہ سکا۔ بات یہ ہوئی تھی کہ گھر سے نکلتے وقت آپؐ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ کے حکم سے تھوڑی دیر کے لیے کافر اونگھ گئے۔

گھر سے نکل کر حضورؐ اپنے پیارے ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر گئے۔ ان کو ساتھ لیا اور شہر سے باہر جا کر غار ثور میں چھپ رہے۔ صبح کو کافروں نے جانا کہ آپؐ نکل گئے۔ اب وہ سب آپؐ کی کھوج میں نکلے۔ کچھ کافر آپؐ کی تلاش کرتے کرتے غار ثور کے منہ پر جا کھڑے ہوئے۔ اندر سے حضرت ابو بکرؓ نے ان کے پاؤں دیکھ لیے۔ وہ گھبرا گئے، حضورؐ سے کہا، "اگر یہ ذرا جھک کر دیکھیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپؐ نے دلاسا دیا اور فرمایا: "گھبراؤ نہیں! ہمارے تمہارے ساتھ اللہ ہے"! اور پھر اللہ نے آپؐ کو بچا لیا۔ آپؐ مکّے سے مدینے چلے گئے اور کافر آپؐ کو نہ پا سکے۔

اس طرح کی بہت سی باتیں آپؐ کی زندگی میں ملتی ہیں۔ ایک بار آپؐ ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے۔ ایک کافر آیا۔ اس نے آپؐ کو سوتا دیکھا، تو جھٹ تلوار کھینچ لی کہ آپؐ کو قتل کر دے، اتنے میں آپؐ کی آنکھ کھل گئی۔ کافر نے آپؐ سے پوچھا: "بتاؤ! اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟" آپؐ نے جواب دیا: "اللہ"! آپؐ کا یہ جواب سن کر کافر اس درجہ رعب میں آگیا کہ تلوار چھوٹ کر اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اب حضورؐ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: "بتاؤ اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ وہ کافر آپؐ کی خوشامد کرنے لگا۔ آپؐ نے اُسے

معاف کر دیا اور کہا: تجھے بھی کہنا چاہیئے تھا کہ اللہ بچا سکتا ہے"۔ اس طرح جب کوئی بُرا وقت آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پر بھروسہ رکھتے اور اللہ آپؐ کی مدد کرتا۔

خاطر داری

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے آرام اور سُکھ کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے لوگوں کے آرام اور سکھ کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے باہر کوئی آدمی آتا، چاہے وہ مسلمان ہوتا یا نہ ہوتا، آپؐ اس کے آرام کا بھی بڑا خیال فرماتے۔

آپؐ سے ملنے کے لیے، آپؐ سے دین کی باتیں سیکھنے کے لیے، آپؐ سے کچھ پوچھنے کے لیے، آپؐ سے کچھ کہنے کے لیے، آپؐ کو کچھ دیکھنے کے لیے، اور بہت سے کاموں کے لیے لوگ آپؐ کے پاس آتے ہی رہتے تھے۔ ایک ایک دو دو اور زیادہ زیادہ بھی۔ آپؐ سب کی بڑی خاطر کرتے، انھیں اچھی جگہ ٹھہراتے، انھیں اچھا کھانا کھلاتے، آرام سے سُلاتے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر دیکھتے کہ مہمانوں کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ ایسا بھی ہوتا کہ حضورؐ کے گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا اور مہمان آجاتے، اس پر بھی آپؐ بڑی خوشی سے مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام فرماتے۔

ایک بار ایک یہودی آپؐ کے یہاں آیا۔ ٹھہرا۔ اس دن آپؐ کے گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ آپؐ نے ایک بکری کا دودھ پلایا، وہ پی گیا۔ لیکن بھوکا ہی رہا۔ آپؐ نے ایک بکری کا دودھ اور پلایا۔ وہ پھر پی گیا۔ لیکن رہا بھوکا ہی۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ایک اور بکری کا دودھ پلایا۔ وہ، وہ بھی پی گیا لیکن رہا بھوکا ہی۔ اس طرح ایک ایک کر کے آپؐ نے اسے سات بکریوں کا دودھ

پلایا۔

ایک بار ایک شخص آپ صلّی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آیا۔ رات کو ٹھہرا۔ کھا پی کر سویا تو رات کو اُسے دست آگیا۔ حضوؐر نے اسے بستر دیا تھا، اس نے بستر گندہ کر دیا اور صبح ہونے سے پہلے گھر سے بھاگ گیا۔ آپؐ نے صبح کو اپنے ہاتھ سے بستر دھویا۔ وہ شخص بھاگتے وقت اپنی تلوار یہیں بھول گیا تھا۔ ڈرتے ڈرتے تلوار کی لالچ میں آیا۔ دیکھا تو حضوؐر کو گندگی دھوتے پایا۔ آپؐ نے اُسے شرمندہ نہیں کیا۔ اس کی تلوار اُسے دے دی اور اسے دلاسا دیا۔ وہ شخص آپؐ کے اس برتاؤ سے مسلمان ہوگیا۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں میں کچھ ایسے تھے جو دین کی باتیں سیکھنے کے لالچ میں ہر وقت آپؐ کے آس پاس جمع رہتے تھے۔ انھیں دین کی باتیں سیکھنے کا اتنا شوق تھا کہ وہ کمانے کے لیے بھی نہیں جاتے تھے۔ مسجدِ نبوی کے پاس ایک چبوترہ تھا۔ وہ سب اسی چبوترہ پر اٹھتے بیٹھتے اور سوتے، اور ہر وقت پیارے نبیؐ کی بتائی ہوئی باتوں کو یاد کرنے میں لگے رہتے تھے۔ اُن سب کے کھانے پینے کی ذمہ داری حضوؐر نے اپنے سر لے لی تھی۔ یہ سب اصحاب صُفّہ (یعنی چبوترہ والے) کہلاتے تھے۔

ایک دن اصحاب صُفّہ زیادہ بھوکے تھے۔ پیارے رسولؐ ان کی حالت دیکھ کر بے چین ہوئے۔ اپنی پیاری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے فرمایا: کھانے کو جو کچھ، لاؤ۔، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے چُونی کا پکا ہوا کھانا لاکر رکھ دیا۔ پھر کچھ چھوہارے لائیں۔ اس کے بعد دودھ سے بھرا ہوا بڑا پیالہ دیا۔ آپؐ یہ سب اصحابِ صفّہ کے لیے لے آئے۔

ایک بار آپؐ کے کچھ مہمان آئے۔ آپؐ نے ایک بیوی کے گھر کہلا بھیجا کہ

مہمانوں کے لیے کھانا بھیجیں۔ ان بیوی کے گھر خود فاقہ تھا۔ آپؐ نے دوسری بیوی کے گھر کہلا بھیجا۔ وہاں بھی اللہ کے نام کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس طرح آپؐ نے اپنی سب بیویوں کے گھر کہلا بھیجا۔ مگر وہ بے چاری سب بھوکی اللہ اللہ کر رہی تھیں اور کسی کے گھر میں دانہ تک نہ تھا۔ اب آپؐ نے پیارے ساتھیوں "صحابہؓ" سے کہا "کہ ان مہمانوں کو کون کھانا کھلائے گا"، ایک صحابی اٹھے۔ بولے: "میں" اور وہ مہمانوں کو اپنے گھر لے آئے۔

اور ایسا تو بہت بار ہوا کہ حضورؐ کے گھروں میں کھانا تیار کیا گیا۔ اتنے میں مہمان آ گئے تو آپؐ نے مہمانوں کو کھانا کھلا دیا اور گھر کے سب لوگ بھوکے ہی سو رہے۔ کیسے خاطر دار تھے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

برابری کا برتاؤ

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی انسان کو چھوٹا آدمی (نیچ) نہیں سمجھتے تھے، امیر ہو یا غریب، بچّہ ہو یا بوڑھا، کوئی غلام ہو یا لونڈی، بڑے خاندان والا ہو یا چھوٹے خاندان کا، کالا ہو یا گورا، آپؐ سب کو برابر کا انسان سمجھتے تھے۔ اور سب کی عزّت کرتے تھے۔

ایک دن آپؐ صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اتنے میں کہیں سے دودھ آ گیا۔ آپؐ کا قاعدہ تھا کہ آپؐ ہر چیز داہنی طرف سے بانٹتے تھے۔ آپؐ نے ذرا سا دودھ پیا، پھر داہنی طرف دیکھا۔ آپؐ کے داہنی طرف اس دن حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ بیٹھے تھے جو ابھی بچّہ تھے۔ آپؐ نے بائیں طرف دیکھا تو بڑی عمر کے صحابہ بیٹھے دکھائی دیئے، آپؐ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے کہا: "میاں! حق تو تمہارا ہی ہے لیکن اگر تم اجازت دو تو میں پہلے ان بڑی عمر کے صحابہؓ کو دودھ دوں۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ تھے تو کم عمر کے لیکن اللہ نے ان کو

سوجھ بوجھ بہت زیادہ دی تھی۔ انھوں نے دل میں سوچا کہ پیالے میں جس جگہ پیارے رسولؐ کے ہونٹ چھو گئے ہیں اس جگہ سب سے پہلے اپنے ہونٹ لگانا بڑی برکت کی بات ہے، یہ سوچ کر بولے: " میں یہ برکت ہاتھ سے نہ جانے دوں گا"، یہ سُنا تو حضورؐ نے دودھ کا پیالہ انھیں کو دیدیا۔ انھوں نے دو ایک گھونٹ دودھ اسی جگہ منہ لگا کر پیا، جہاں سے حضورؐ نے پیا تھا۔ اس کے بعد دوسروں کو دے دیا۔

اسی طرح ایک بار آپؐ کے داہنی طرف ایک بدّو بیٹھا ہوا تھا۔ آپؐ نے حضرت انسؓ سے پینے کا پانی مانگا۔ حضرت انسؓ نے دودھ پیش کیا۔ آپؐ نے تھوڑا سا دودھ پیا اور حضرت انسؓ کو دے کر فرمایا کہ اب داہنی طرف والے کا حق ہے۔ اس طرح حضورؐ کے بعد بدّو نے پیا۔

صحابہؓ کرام (پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیارے ساتھیؓ) جب مِل جُل کر کوئی کام کرتے تو حضورؐ بھی ان میں شامل ہو جاتے۔ مسجدِ نبوی بننے لگی تو آپؐ نے سب کے ساتھ کام کیا۔ صحابہؓ روکتے کہ ہماری جان آپؐ پر قربان ہو، آپؐ تکلیف نہ فرمائیں لیکن حضورؐ نہ مانتے۔ آپؐ نے اس موقع پر سب سے زیادہ محنت سے کام کیا۔ بڑے بڑے وزن دار پتھر آپؐ نے لاکر ڈھیر کر دیئے۔ اسی طرح ایک بار ایک خندق کھودنے میں سب سے زیادہ مشکل کام آپؐ نے کیا۔

ایک بار حضورؐ کہیں جا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ ساتھ تھے۔ سب ایک جگہ ٹھہرے کھانا پکانے کا سامان ہوا، سب نے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ حضورؐ نے جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمّہ لیا۔ صحابہؓ نے منع کیا کہ ہم تو حاضر ہیں، مگر حضورؐ نہ مانے فرمایا: " مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تمہارے بیچ نواب بن کر بیٹھوں۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں سے الگ تھلگ لگتا ہو۔

ایک بار کافروں سے لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے وقت مسلمانوں کے پاس

سامان کم تھا۔ اونٹ بھی کم تھے۔ مسلمان چلے تو سواری کے لیے ایک ایک اونٹ تین تین مسلمانوں کے حصّے میں آیا۔ سب باری باری سے چڑھتے اترتے چلتے۔ حضوؐر نے بھی ایسا ہی کیا۔ صحابہؓ نے بہت کہا کہ حضوؐر سوار ہو کر چلیں مگر آپؐ نے کسی کی باری نہیں لی۔ کیسے اچھے تھے پیارے نبیؐ۔

شرم وحیا

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی شرمیلے تھے۔ شرم کے مارے کوئی ہلکی سی بات بھی زبان سے نہ نکالتے۔ رستے، گلی اور بازاروں میں چپ چاپ چلتے۔ بدن کا جو حصّہ کپڑوں سے چھپاتے کے لائق ہوتا اس پر بڑا دھیان رکھتے۔ ٹھٹھا لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ حاجت سے فارغ ہونے کے لیے اتنی دور نکل جاتے کہ کوئی دیکھ نہ سکتا۔ کبھی کبھی تین تین میل دور چلے جاتے۔ اس وقت عرب میں گھروں کے اندر پاخانے بنانے کا رواج نہ تھا۔

حضوؐر صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بچپن کی وہ بات سب جانتے ہیں کہ جب کعبے کی مرمت ہونے لگی تو آپؐ بھی بچّوں کے ساتھ پتھر ڈھوتے تھے۔ پتھر ڈھونے میں آپؐ کے کندھے چھل گئے۔ آپؐ کے چچا عباسؓ نے دیکھا تو آپؐ کا تہمد کھول کر آپؐ کے کندھے پر رکھ دیا۔ اب جو آپؐ نے اپنے کو ننگا دیکھا تو شرم کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس زمانے میں بچّے تو بچّے، بڑوں میں اتنی شرم نہیں تھی۔ بہت سے لوگ تو ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ کوئی نہ سمجھ سکا کہ محمدؐ کیوں بے ہوش ہو گئے۔ سب آپؐ کو ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگے۔ آپؐ کو ذرا ذرا ہوش آیا تو آپ کی زبان سے نکلا۔ "میرا تہمد، میرا تہمد"۔ اب سب لوگ سمجھے۔ آپؐ کو تہمد باندھا گیا۔ تو آپؐ نے آنکھیں کھولیں، اُٹھے اور پھر کام کرنے لگے۔ کیسے شرمیلے تھے پیارے نبیؐ۔

گھمنڈ نہ تھا

اللہ نے آپؐ کو اپنا آخری رسول بنایا سب سے زیادہ آپؐ کو عزّت دی۔ اللہ نے آپؐ کو سارے عرب کی حکومت عطا فرمائی لیکن آپؐ میں غرور

اور گھمنڈ ذرا بھی نہ تھا۔ آپؐ گھر کا کام کاج خود ہی کر لیتے، بازار سے سودا لے آتے۔ دوسروں کا سودا بھی لا دیتے۔ دودھ خود دُوہ لیتے۔ لُوٹی جوتیوں کو خود ہی گانٹھ لیتے۔ غریبوں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔

ایک دن آپؐ گھر سے نکلے۔ لوگ آپؐ کو دیکھ کر ادب سے کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے منع فرمایا۔ ساتھ ہی یہ فرمایا: جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں ڈھونڈے۔

ایک بار کچھ لوگ ملنے آئے۔ انھوں نے کہا: "آپؐ تو ہمارے مالک ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا: "مالک تو بس اللہ ہے"۔

ایک بار ایک پاگل عورت آئی اور کہا: "اے محمدؐ! مجھے تم سے کچھ کام ہے"۔ آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ آپؐ کو ایک گلی میں لے گئی۔ زمین پر بیٹھ گئی۔ آپؐ بھی زمین پر بیٹھ گئے۔ اس نے جو کچھ کہا آپؐ نے اسے اطمینان دلایا۔ پھر جب وہ اٹھ کر چلی گئی تو آپؐ اُٹھے۔

حضورؐ نے مکّہ فتح کیا اور جب شہر میں داخل ہوئے تو آپؐ ایک خچّر پر سوار تھے جس کی لگام کی جگہ کھجور کی چھال بندھی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

ایک بار آپؐ اپنے ایک ساتھی کے گھر گئے۔ آپؐ کو دیکھ کر بچّیاں آگئیں۔ اُن میں سے کسی نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا: "ہم میں ایک ایسا رسول ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے"۔ آپؐ نے یہ شعر سُنا تو اِسے پڑھنے سے روک دیا کیوں کہ کل کی باتیں اللہ کے سوا کوئی جاننے والا نہیں۔

حضورؐ کے پیارے بیٹے قاسمؓ جس دن اللہ کو پیارے ہوئے اس دن سورج گرہن تھا۔ کسی نے کچھ اس طرح کی بات کہی کہ نبیؐ کے بیٹے کے غم میں

سورج کو گرہن لگ گیا۔ آپؐ نے سنا تو فرمایا: "غلط ہے۔ سورج اور چاند میں گرہن لگنا خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ کسی کی موت اور زندگی سے ایسا نہیں ہوتا۔"

ایک بار حضورؐ وضو فرما رہے، کچھ صحابہؓ نے آپؐ کے وضو کیے ہوئے پانی کو ہاتھوں میں لے لیا اور اپنے چہرے پر ملنے لگے۔ آپؐ نے پوچھا: "تم یہ کیوں کر رہے ہو؟" انھوں نے بتایا کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی محبّت میں ایسا کر رہے ہیں۔

آپؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ جو اللہ کے رسولؐ سے محبت کرنا چاہے اُسے چاہئے کہ سچ بولے، امانت دار بنے، اور پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے،

ایک بار کسی نے بات کرتے کرتے کہہ دیا کہ جو خدا چاہے اور جو آپؐ چاہیں۔" یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا: "تم نے مجھ کو خدا کے برابر اس کا ساجھی بنا دیا۔ کہو کہ جو خدا چاہے۔"

کیسی اچھی باتیں بتاتے تھے آپؐ۔ آپؐ میں ذرا بھی تو گھمنڈ نہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بہادری

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ سے زیادہ بہادر کوئی نہ تھا۔ ایک بار مدینے میں شور سنائی دیا کہ دشمن آگئے، ان دنوں ایک دشمن (غسّانی) کے چڑھائی کر دینے کا بڑا چرچا تھا اور یہ کھٹکا دن رات لگا رہتا تھا۔ شور سُن کر ہم مقابلے کے لیے تیّاری کرنے لگے۔ کوئی اپنے گھوڑے کی طرف لپکا، کوئی اپنے ہتھیار سنبھالنے لگا۔ لیکن سب سے پہلے حضورؐ اپنے گھر سے نکلے۔ جلدی میں گھوڑے پر زین بھی نہ کَسی، آپؐ مدینے کے آس پاس ہو آئے۔ پھر آکر فرمایا "گھبراؤ نہیں، کوئی ڈر نہیں۔"

صحابہؓ میں ایک سے ایک بہادر صحابیؓ تھے لیکن تمام صحابہؓ کہا کرتے تھے کہ جب ہم دشمنوں سے لڑتے اور ان کا دباؤ ہم پر زیادہ ہوتا تو ہم سب

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے تھے۔

بدر اور اُحد کی لڑائیاں بہت مشہور ہیں۔ دونوں لڑائیوں میں بڑے گھمسان کا رَن پڑا تھا لیکن دشمنوں سے زیادہ قریب آپؐ ہی تھے۔ اُحد میں آپؐ بہت زیادہ زخمی ہوگئے تھے لیکن مقابلے سے نہ ہٹے۔

حنین کی لڑائی میں دشمنوں نے مسلمانوں پر ایسے تیر برسائے کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ تتر بتر ہوگئے لیکن حضورؐ اپنے خچر کو ایڑ لگا لگا کر آگے بڑھا رہے تھے۔ پیارے صحابہؓ لگام پکڑ پکڑ کر روکتے اور کہتے کہ حضورؐ! دشمن تو آپؐ ہی کی تاک میں ہیں۔ پھر بھی حضور آگے بڑھتے گئے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ ایک بہادر صحابی تھے، اُن سے کسی نے پوچھا: "کیا تم لوگ حنین کی لڑائی میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟" انھوں نے کہا: "ہاں یہ سچ ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ نبیؐ نہ گھبرائے، نہ پیچھے ہٹے۔ خدا کی قسم! جب گھمسان کا رَن پڑتا تو ہم سب حضورؐ ہی کے پاس آکر پناہ لیتے تھے۔ لڑائیوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آپؐ کے ساتھ کھڑا رہتا تھا"

ہوازن کے مقابلے میں مسلمانوں کے قدم اکھڑے اور حضورؐ اکیلے رہ گئے تو آپؐ نے نعرہ مارا: "میں سچا نبی ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔" پھر عباسؓ سے کہا: "نیزے والوں کو پکارو۔" حضرت عباسؓ حضورؐ کے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ ان کی آواز بہت بلند تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کو پکارا۔ مسلمان پلٹ پڑے اور انھوں نے لڑائی جیت لی۔

اُبیّ بن خلف آپؐ کا جانی دشمن تھا۔ وہ بڑا بہادر اور پھرتیلا سپاہی تھا۔ وہ ہزار بہادروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ احد کی لڑائی میں وہ اپنے مضبوط گھوڑے پر سوار ہوکر آیا۔ وہ حضورؐ کی تاک میں تھا۔ ایک بار وہ گھوڑا اڑاتا چلا، جو سامنے آیا

اُسے ہٹا دیا۔ سیدھا آپؐ پر حملہ کرنے بڑھا۔ مسلمانوں نے یہ دیکھا تو گھبرا گئے۔ سب بڑھے کہ اسے روکیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ "آنے دو"، صحابہؓ الگ ہٹ گئے۔ آپؐ نیزہ لے کر بڑھے۔ اس کے پاس پہونچے اور دھیرے سے نیزے کی نوک اس کی گردن میں چبھو دی۔ بس اتنے میں وہ چیخ مار کر بھاگا۔ اسے چیختے چلاّتے دیکھا تو اس کے ساتھیوں نے کہا "ارے تو ایسا بہادر اور اتنی سی چوٹ کھا کر بُری طرح چنگھاڑ رہا ہے"۔ اس نے جواب دیا "ہاں، تم سچ کہتے ہو لیکن یہ محمدؐ کے ہاتھ کی چوٹ ہے"۔

ایسے بہادر تھے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپؐ سچّے تھے

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سچّے تھے۔ آپؐ نے کبھی کوئی جھوٹ بات زبان سے نہیں نکالی۔ آپؐ ابھی نبی نہیں ہوئے تھے کہ عرب والوں نے آپؐ کو صادق (سچّا) کہہ کر پکارا۔ یہ عرب میں سب سے بڑا خطاب تھا۔ جب آپؐ نبی ہوئے اور اسلام پھیلانا شروع کیا تو بہت سے لوگ آپؐ کے دشمن ہو گئے۔ دشمنوں کا قاعدہ ہے کہ تاک میں رہتے ہیں۔ ذرا سی بات پا جائیں تو مشہور کر دیں کہ فلاں ایسا ہے، ایسا ہے۔ کوئی بات نہ ملے تو اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر کہہ دیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کٹر سے کٹر دشمن نے بھی آپؐ کو کبھی جھوٹا نہیں کہا۔ وہ آپؐ کو طرح طرح سے کوستے تھے، توبہ توبہ، مجنوں اور شاعر تک کہتے، جان لینے پر تُلے تھے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے ہیں۔

آپؐ کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ "اے محمدؐ! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔ ہاں، تم جو یہ کہتے ہو اس کو میں ٹھیک نہیں سمجھتا (اس کا مطلب اسلام کے بنیادی عقیدوں سے تھا جو قرآن پیش کر رہا تھا) بدر کی لڑائی میں جب مسلمانوں کا مقابلہ مکّے کے کافروں سے ہوا تو قریشی لشکر میں سے

ایک سردار (ابو بختری) نے حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے ابو جہل سے پوچھا: "سچ بتا! یہ شخص کیسا ہے؟" ابو جہل نے جواب دیا: "یہ بڑا ہی سچا ہے"۔ یہ جواب سن کر ابو البختری نے کہا: "تو پھر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا اور مسلمانوں سے کیوں لڑتا ہے؟" جواب دیا "یہ نہیں ہو سکتا کہ میں بلالؓ جیسے غلاموں کے ساتھ بیٹھوں (حضرت بلالؓ غلام تھے اور اس زمانے میں غلاموں کو بڑا ہی ہیچ اور ذلیل سمجھا جاتا تھا۔)

ابو جہل کے بعد ابو سفیان کا نمبر تھا۔ یہ ایک بار روم کے بادشاہ ہرقلؔ کے دربار میں گئے۔ اس نے ان سے پوچھا: "تمہارے یہاں جو شخص اپنے کو نبی کہتا ہے۔ کیا وہ کبھی جھوٹ بھی بولا؟" ابو سفیان نے جواب دیا: "نہیں، محمدؐ جھوٹے نہیں ہیں"۔ یہ سنا تو بادشاہ نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ اگر وہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا پر جھوٹ بولتا تو وہ آدمیوں سے جھوٹ بولنے میں نہ چوکتا"۔

سچ مچ بڑے سچے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

امانت داری

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی امانت دار تھے۔ جو لوگ آپؐ کو روپیہ پیسہ یا سامان رکھنے کو دیتے تو آپؐ اس سامان یا روپیہ کو بڑی دیکھ بھال کے ساتھ رکھتے۔ اُسے اپنے کام میں نہ لاتے اور نہ اس میں کمی کرتے۔ لوگ باہر جاتے تو اپنی چیزیں آپؐ کے سپرد کر جاتے اور جب آتے ویسی کی ویسی لے لیتے۔

حضورؐ کی امانت داری اتنی مشہور ہو گئی کہ نبی ہونے سے پہلے ہی لوگ آپؐ کو "امین" کہنے لگے تھے۔ یعنی بہت بڑا امانت دار۔ جو لوگ آپؐ کی جان کے دشمن تھے وہ بھی آپؐ کو بڑا ہی امانت دار سمجھتے تھے۔ جب آپؐ مکّہ سے مدینہ ہجرت فرمانے لگے تو بہت سے کافروں کی امانتیں آپؐ کے پاس تھیں۔ چلتے وقت وہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیں اور بتا دیا کہ کس کس کی امانت ہے۔

تاکہ وہ ان کو دے دیں۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبّت کریں اسے چاہیئے کہ جب بات کرے سچ بولے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے تو دیکھ بھال رکھے اور واپس کر دے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ امانت میں گڑبڑ کرنے والا منافق ہوتا ہے یعنی وہ زبان سے چاہے اپنے کو مسلمان کہے لیکن اس کا دم اسلام سے ہٹا ہوا ہوتا ہے۔

وعدے کے سچّے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے وعدہ فرماتے تو اسے ضرور پورا فرماتے۔ جب آپؐ نبی نہیں ہوئے تھے اس وقت کی بات ہے۔ ایک صاحب تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ وہ آپؐ کو ایک جگہ ملے۔ لین دین کی کوئی بات ہوئی۔ انھوں نے کہا: "اچھا اسی جگہ ٹھہریئے میں آکر حساب کر دوں گا"، یہ کہہ کر وہ چلے گئے لیکن بات ان کے دھیان سے اتر گئی۔ تیسرے دن اسی طرف پھر نکلے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں بیٹھے ہیں۔ عبداللہ بہت شرمائے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وعدے کے ایسے سچّے تھے کہ آپؐ کے دشمن بھی مانتے تھے۔ ایک بار روم کے بادشاہ نے ابوسفیان سے پوچھا کہ تمہارے یہاں جو صاحب اپنے کو نبی کہتے ہیں، وہ وعدے کے سچے بھی ہیں؟"، ابوسفیان اس وقت حضورؐ کے جانی دشمن تھے لیکن انھوں نے بادشاہ کے سامنے اقرار کیا کہ محمدؐ وعدے کے سچّے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

بدر کے میدان میں حضورؐ کی اور مکّے کے کافروں سے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

آپؐ کی طرف ۳۱۳ مسلمان تھے اور کافروں کی طرف بارہ سو۔ اسی زمانے میں کچھ مسلمان مکّے سے آرہے تھے۔ مکے کے کافروں نے ان کو روکا اور کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس جارہے ہو۔ انھوں نے انکار کیا۔ کافروں نے اس وعدے پر چھوڑا کہ لڑائی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دوگے۔ انھوں نے مان لیا پھر حضورؐ کے پاس آئے، سارا حال کہا۔ آپؐ نے فرمایا: "وعدہ کیا ہے تو تم جاؤ ہمیں صرف خدا کی مدد چاہیے۔"

جب آپؐ نے مکّہ فتح کیا تو بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے۔ بہت سے لوگ بھاگ گئے۔ مسلمان ہونے والوں نے اپنے گھر والوں کی معافی کے لیے کہا۔ حضورؐ نے وعدہ فرمالیا۔ پھر جب بھاگنے والے واپس آئے تو آپؐ نے انھیں سچ مچ معاف فرمادیا۔ ان میں آپؐ کے بڑے بڑے دشمن تھے۔ صفوان بن اُمیہؓ۔ عکرمہ ابن ابی جہل اور ایسے ہی دوسرے لوگ۔ آپؐ کی اس معافی سے سب مسلمان ہوگئے۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔

بُرائی کے بدلے بھلائی

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بُرائی کرتا تو آپؐ اُسے معاف فرمادیتے۔ معاف ہی نہیں بلکہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے۔ آپؐ کا یہ طریقہ زندگی بھر رہا۔ آئے دن آپؐ اپنے دشمنوں کو معاف کر دیتے۔

حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّہ میں تھے تو ایک بار طائف گئے۔ آپؐ نے وہاں کے لوگوں سے کہا: "اللہ کو ایک مانو۔ محمد کو اللہ کا رسول جانو۔ آخرت کی پکڑ سے ڈرو۔ بتوں کی پوجا سے پرہیز کرو۔ برائیاں چھوڑ دو اور اللہ سے رشتہ جوڑو۔" یہ سن کر طائف والے بگڑ گئے۔ آپؐ کو بہت پیٹا۔ آپؐ کو لہولہان کر دیا۔ آپؐ چوٹیں کھا کر گر پڑے۔ آپؐ کے خادم حضرت زید بن حارثہؓ آپؐ کو اٹھا کر

ایک باغ میں لے گئے۔ انھوں نے آپؐ سے کہا: "حضورؐ! آپؐ طائف والوں کو بد دعا کیوں نہیں دیتے؟ آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور بد دعا کے بدلے طائف والوں کے لیے اللہ سے دعا کی کہ "اے اللہ! انھیں معاف کر دے۔ یہ کچھ جانتے نہیں، آخرت کو مانتے نہیں، اے اللہ انھیں بخش دے۔"

اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آگے چل کر طائف والے مسلمان ہو گئے اور ان میں بڑے بڑے بہادر لوگ پیدا ہوئے اور پھر ان لوگوں نے اسلام کو خوب پھیلایا۔

زید بن سعنہ ایک یہودی تھا۔ ایک بار حضورؐ نے اس سے قرض لیا۔ اور کچھ دنوں کے لیے وعدہ کیا۔ وہ وعدہ سے پہلے ہی مانگنے آ گیا۔ اس نے آکر حضورؐ کی چادر کھینچی اور حضورؐ کو برا کہنے لگا۔ کہ تم ٹال مٹول کر کے میری رقم مار لوگے۔ اسی بات پر حضرت عمرؓ کو غصّہ آ گیا۔ بولے "او اللہ کے دشمن! تو اللہ کے رسولؐ کے بارے میں ایسی بُری بات کہتا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ حضرت عمرؓ سے فرمایا: "اے عمر! تم کو چاہیئے تھا کہ مجھ سے کہتے: قرضہ ادا کر دو، اور اس سے کہتے کہ بھائی نرمی کرو۔" اس کے بعد فرمایا کہ اس یہودی کا قرض ادا کر دو، اور اسے بیس صاع (صاع ایک وزن ہوتا ہے) کھجوریں دے دو۔

ایک بار ایک بدّو آیا۔ وہ مسجد میں آکر کھڑے کھڑے پیشاب کرنے لگا۔ لوگ دَوڑے کہ اسے پیٹیں۔ آپؐ نے فرمایا: "جانے دو اور پیشاب پر پانی بہا دو اور دیکھو، اسے کچھ دے دو۔ اللہ نے تمہیں نرمی کے لیے بھیجا ہے۔"

ایک بار ایک بدّو آیا۔ اس نے آتے ہی حضورؐ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن لال ہو گئی۔ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا۔

اس نے کہا "میرے اونٹوں کو غلّہ سے لاد دے۔ تیرے پاس جو کچھ ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔" آپؐ نے فرمایا: پہلے میری گردن کا بدلہ دو تب غلّہ دوں گا۔ وہ بار بار کہتا رہا۔ خدا کی قسم! بدلہ نہ دوں گا۔ آخر آپؐ نے حکم دیا کہ اس کے اونٹوں پر جوار اور کھجوریں لاد دو۔

سب جانتے ہیں کہ ابوجہل آپؐ کا کٹّر دشمن تھا۔ اسی طرح اس کے بیٹے عکرمہ بھی دشمن تھے۔ جب مکّہ فتح ہوا تو عکرمہ مکّے سے بھاگ گئے، ان کی بیوی جاکر ان کو لائیں تو انھیں دیکھتے ہی حضورؐ خوش ہو گئے، اٹھے، ان سے ملنے کو بڑھے اور ان کو واپس آنے کی مبارک باد دی۔

ایک بار مکہ والوں نے آپؐ کا بائیکاٹ کر دیا۔ نہ کچھ کھانے کو دیتے اور نہ کچھ اور ضرورت کی چیزیں آپؐ کے پاس جانے دیتے۔ حضورؐ کے ساتھ بچے، عورتیں اور بوڑھے بھوک کے مارے تڑپتے۔ تین برس تک اسی طرح بائیکاٹ رہا۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ یمامہ کے رئیس ثمامہ مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے ایک بار قسم کھالی کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مکّے والوں کو ایک دانہ بھی نہ دیا جائے گا۔ مکّے میں غلّہ وہیں سے آتا تھا۔ اب تو مکّے میں قحط پڑ گیا۔ مکّے والوں نے گھبرا کر حضورؐ سے کہا: حضورؐ کو ترس آگیا اور کہلا بھیجا کہ ثمامہ! غلّہ بھیج دو۔

مکّے کے کافر مسلمانوں کو کیسا ستاتے تھے۔ دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت میں لٹا دیتے۔ پانی میں ڈبکیاں دیتے، مارتے پیٹتے اور قتل کر دیتے۔ حضرت خبابؓ کو تو جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا جس سے ان کی پیٹھ جل گئی اور چربی نکل گئی۔ وہ غصّے میں آئے۔ حضورؐ سے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بد دعا کیجیے۔"

یہ سنتے ہی حضورؐ کا چہرہ لال ہو گیا۔ اور کچھ مسلمانوں نے بھی بد دعا کرنے کو

کہا۔ آپؐ نے فرمایا "میں دنیا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ زحمت بنا کر نہیں" (زحمت کے معنی پریشانی)

حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں کافر تھیں۔ وہ روز حضورؐ کو گالیاں دیا کرتیں۔ یہ گالیاں سن کر حضرت ابو ہریرہؓ کو بڑا دکھ ہوتا۔ انھوں نے آکر حضورؐ سے کہا "میری ماں کے لیے دعا کیجیے"، آپؐ نے اُن کے لیے مسلمان ہونے کی دعا کی"۔ تو ابو ہریرہؓ خوش ہو گئے، دوڑے دوڑے گھر گئے، وہاں دیکھا تو ماں نہا رہی تھیں۔ نہانے کے بعد اپنے آپ مسلمان ہو گئیں۔ انھوں نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

بچّوں سے پیار

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپؐ کہیں جاتے ہوتے، راستے میں بچے ملتے تو آپؐ انہیں سلام کرتے۔ آپؐ اپنے ساتھ سواری پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیتے۔ ان سے اچھی اچھی باتیں کرتے۔ کھجوریں یا ان کے دینے کے لائق کوئی چیز ہوتی تو انھیں بانٹتے۔ انھیں پیار کرتے۔ ایک بار ایک بدّو نے دیکھا تو بولا "آپؐ بچوں کو پیار کرتے ہیں، میرے دس بچے ہیں، میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا"، آپؐ نے فرمایا: "اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو میں کیا کروں"۔

ایک دن آپؐ کے پاس ایک صحابی حضرت خالد بن سعیدؓ آئے۔ ان کے ساتھ ان کی بچّی بھی تھی۔ اس بچی کا نام اُمِّ خالد تھا۔ بچی آکر حضورؐ کے کندھوں سے کھیلنے لگی۔ حضرت خالد نے ڈانٹا لیکن حضورؐ نے منع فرمایا۔

حضورؐ کے ایک غلام تھے زیدؓ۔ آپؐ نے زیدؓ کو پالا تھا۔ زیدؓ کے بیٹے اُسامہؓ تھے۔ اسامہؓ سے حضورؐ کو محبت تھی۔ فرمایا کرتے کہ اُسامہؓ اگر بیٹی ہوتے تو میں اسے

زیور پہناتا اور اپنے ہاتھوں اس کی ناک صاف کرتا۔

ایک بار عید کے دن آپؐ منہ ڈھانک کر لیٹے ہوئے تھے۔ کچھ بچیاں گھر میں آئیں اور گانے بجانے لگیں، اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے۔ انھوں نے بچیوں کو ڈانٹا۔ حضورؐ نے سُنا، آپؐ نے منہ پر سے چادر ہٹائی اور فرمایا "گانے دو، آج ان کی عید ہے۔"

نرم دلی

پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم دل کے بڑے نرم تھے۔ دکھ کی بات ہوتی تو آپؐ کا دل بھر آتا اور آنسو نکل آتے۔

ایک بار ایک صحابی نے اپنا پُرانا قصّہ سنایا جب وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے: کہ میری ایک چھوٹی بچّی تھی۔ ہمارے خاندان میں لڑکیوں کے مار ڈالنے کا طریقہ چلا آتا تھا۔ میں نے بھی اپنی لڑکی کو زندہ دفن کر دیا۔ وہ ابّا ابّا پکار رہی تھی اور میں اس پر مٹّی ڈال رہا تھا۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر رو پڑے۔ آپؐ نے ان سے کہا: پھر سناؤ، انھوں نے پھر سنایا تو آپؐ پھر روئے۔ اتنا روئے کہ چہرہ آنسوؤں سے تر ہوگیا۔

ایک لڑائی میں کچھ قیدی ہاتھ آئے ان کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر باندھ دیئے گئے۔ اس سے انھیں تکلیف ہوئی۔ وہ رات کو کراہتے تو حضورؐ کو نیند نہیں آرہی تھی۔ آپؐ بار بار کروٹیں بدل رہے تھے لوگ سمجھ گئے۔ انھوں نے قیدیوں کی گرہیں ڈھیلی کر دیں۔ تب حضورؐ کو نیند آئی۔

ایک بار حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوئے، آپؐ ان کو دیکھنے گئے تو آپؐ کا دل بھر آیا اور آپؐ رونے لگے، آپؐ کو روتا دیکھ کر لوگ رو پڑے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ مکّے کے ایک رئیس کے بیٹے تھے۔ بڑے لاڈ پیار

سے پالے گئے تھے۔ جوان ہونے پر مسلمان ہوگئے۔ تو ماں باپ دشمن ہو گئے، مارا پیٹا، قید کر دیا۔ گھر سے نکال دیا۔ ایک دن حضرت مصعب بن عمیرؓ حضورؐ کے پاس آئے تو سب نے دیکھا کہ ریشم کے کپڑوں کے بدلے وہ ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھے، وہ بھی پھٹا ہوا تھا، یہ دیکھ کر حضورؐ کو بڑا دکھ ہوا، اور آپؐ نے گردن جھکا لی۔

ایک بار ایک صحابی آئے۔ وہ چادر میں چڑیا کے بچوں کو چھپائے ہوئے تھے۔ آپؐ نے حکم دیا: جاؤ! انھیں جہاں سے لائے ہو وہیں رکھ آؤ۔''

ایک بار آپؐ سفر میں تھے۔ راستے میں ٹھہرے تو ایک شخص نے ایک چڑیا کے گھونسلے سے اس کا انڈا نکال لیا۔ چڑیا انڈے کے مارے پر مارنے لگی۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا: ''انڈے وہیں رکھ دو۔''

ایک بار ایک بھوکے اونٹ کو دیکھا تو فرمایا: ''ان بے زبانوں کے بارے میں بھی خدا سے ڈرو۔'' جانوروں پر اگر کوئی زیادہ بوجھ لادتا تو آپؐ منع فرما دیتے۔

ایک بار آپؐ کے گھر میں کچھ عورتیں اکٹھی تھیں۔ یہ سب عورتیں رشتہ دار تھیں اور بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ آئے تو سب اٹھ کر چل دیں۔ حضورؐ ہنس پڑے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ''اللہ آپؐ کو ہمیشہ ہنستا رکھے! آپؐ کیوں ہنسے؟'' فرمایا: ''مجھے ان عورتوں پر ہنسی آئی کہ تمہاری آواز سنتے ہی چل دیں۔ اب حضرت عمرؓ نے ان عورتوں سے کہا: ''تم مجھ سے اتنا ڈرتی ہو اور حضورؐ سے نہیں ڈرتیں؟'' عورتوں نے جواب دیا: ''پیارے رسولؐ تم سے زیادہ نرم دل ہیں۔''

معاف کرنے کی عادت

اللہ کا دین پھیلانے کے سلسلے میں کافروں نے آپؐ کو گالیاں دیں۔ آپؐ کی ہنسی اڑائی۔

آپؐ کو برا کہا۔ آپؐ کو مارا پیٹا۔ آپؐ کو ستایا۔ آپؐ کا بائیکاٹ کیا۔ قتل کرنے کی کوششیں کیں لیکن جب اللہ نے آپؐ کو اسلامی حکومت دی تو آپ نے کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ ایسی بہت سی باتوں میں سے کچھ باتیں سنئے۔

حضرت حمزہؓ آپؐ کے پیارے چچا تھے۔ بڑے بہادر آدمی تھے۔ اسلام کے لیے کافروں سے خوب لڑے، ان کے سامنے حضورؐ کو کوئی برا کہتا تو لڑ پڑتے کافروں کے بڑے بڑے سردار ان کے ہاتھوں مارے گئے۔ ایک لڑائی میں وحشی پہلوان نے چھپ کر آپؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت حمزہؓ کے مرنے کا حضورؐ کو عمر بھر غم رہا۔ پھر جب اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو وحشی پہلوان حضورؐ کی خدمت میں آیا اور معافی مانگی۔ وحشی کو دیکھ کر حضورؐ کو چچا یاد آگئے۔ آپؐ نے ان سے صرف یہ کہا: "اچھا جاؤ، معاف کر دیا۔ لیکن اب میرے سامنے نہ آنا۔ تم کو دیکھ کر چچا حمزہؓ یاد آجاتے ہیں"، حضورؐ کا مطلب یہ تھا کہ ایسا نہ ہو تم کو دیکھ کر چچا کی محبت میں بدلہ عا نکل جائے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا سینہ چیر کر غصّہ میں کلیجہ چبا ڈالا اور ناک کان کاٹ کر ہار بنایا لیکن جب ہندہ نے آکر معافی مانگی تو اسے بھی معاف کر دیا۔

ہبار بن اسود حضورؐ کا کٹّر دشمن تھا۔ حضورؐ کی پیاری بیٹی حضرت زینبؓ مکے سے مدینے کو ہجرت کرنے لگیں تو ہبّار دوڑا اور ان کو اونٹ پر سے گرا دیا حضرت زینبؓ کے اتنی چوٹ آئی کہ وہ زندہ نہ رہ سکیں لیکن جب اس نے آکر معافی مانگی تو اسے بھی معافی دے دی۔

حضورؐ ہجرت کے لیے مکّہ سے نکلے تو مکّے کے کافروں نے یہ اعلان کیا کہ جو محمدؐ کا سر کاٹ لائے اسے سُرخ بالوں والے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ لالچی کافر دوڑ پڑے۔ ایک کافر تھا "سراقہ"، وہ گھوڑے پر سوار ہوا حضورؐ کو تلاش

کرتا ہوا پاس پہونچ گیا۔ چاہا کہ وار کریں کہ اُس کا گھوڑا گھٹنوں تک باٗلو میں دھنس گیا۔ وہ گھوڑے سے اتر کر لگام پکڑ کر گھوڑے کو کھینچا۔ گھوڑے کو باٗلو سے نکالا پھر بڑھا لیکن گھوڑا پھر بالو میں دھنس گیا۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ اب وہ گھبرایا۔ اس نے معافی مانگی، آپؐ نے اسے بھی معافی دے دی۔

کھیلنے دو

پیارے نبیؐ نماز پڑھاتے ہوتے جماعت میں پیچھے عورتیں بھی ہوتیں عورتوں کے ساتھ بچے بھی ہوتے۔ اگر اس وقت کوئی بچہ رونے لگتا تو حضورؐ چھوٹی سورۃ پڑھتے اور نماز جلد ختم فرما دیتے تاکہ بچّے کو تکلیف نہ ہو۔

ایک بار کافروں سے لڑائی ہو رہی تھی۔ اس لڑائی میں کچھ بچّے جھپٹ میں آکر مارے گئے۔ حضورؐ نے سنا تو آپؐ کو بڑا صدمہ ہوا۔ کسی نے کہا "یا رسولؐ اللہ! وہ تو کافروں کے بچّے تھے"۔ فرمایا، "کافروں کے بچّے تم سے اچھے تھے۔ خبردار! ان کو قتل نہ کرنا، خبردار! ان کو قتل نہ کرنا"۔

فصل پر کوئی پھل یا میوہ آپؐ کے پاس آتا تو جو سب سے کم عمر کا بچّہ ہوتا آپؐ اسے دیتے چاہے وہ مسلمان کا ہوتا یا کسی غیر مسلم کا۔

جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ پہونچے تو ننھی منی انصاری بچیاں خوشی میں یہ گیت گا رہی تھیں کہ "محمدؐ ہمارے کتنے اچھے مہمان ہیں۔ آپؐ نے یہ گیت سنا تو ان سے کہا، "تم مجھ سے محبّت کرتی ہو؟ سب نے کہا، "ہاں"، آپؐ نے جواب دیا، "میں بھی تم سے محبّت کرتا ہوں"